اسلام اور بچوں کے حقوق

(ایک عمرانی تجزیہ)

ڈاکٹر محمد ریاض[1]
dr.riazrazee@gmail.com

کلیدی کلمات: بنیادی حقوق، اخلاقی حقوق، اسلامی تعلیمات، تعلیم وتربیت، آداب زندگی

خلاصہ

سماجی نظام کا تعلق انسانی چہل پہل سے ہے۔ جب تک کہ انسان حالتِ تحرک میں نہ ہو اُس کی اجتماعی معاشرت کی نشاندہی نہیں ہو سکتی۔ یہ انسان جب چل پھر کر آس پڑوس اور قرب وجوار تک رسائی حاصل کرلیتا ہے تو اُس کی انفرادیت سماج میں بدل جاتی ہے۔ یہی سماج دراصل انسانی معاشرت کی مکمل تصویر ہوتی ہے اور اسی سے نظامِ زندگی کے اصول بھی منصۂ شہود میں آتے ہیں۔ انسانی معاشرت میں مرد اور عورت کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ ان دونوں کے بغیر نہ تو معاشرہ وجود میں آسکتا ہے اور نہ آئندہ نسل کو پروان چڑھایا جاسکتا ہے۔ جب بات نسل کی ہو تو پھر ہمارا اشارہ یقینی طور پر بچوں کی طرف ہی ہے۔ بچے انسانی معاشرے کی بقاء کے ضامن ہوتے ہیں۔ ان کی صحیح تعلیم وتربیت ہی دراصل ایک اچھے معاشرے کی تشکیل کی طرف اولین قدم ہوتا ہے۔ دینِ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے لہٰذا اس کے سماجی نظام میں جس طرح دیگر تمام مخلوقات کے حقوق متعین کر دیئے گئے ہیں اسی طرح بچوں کے حقوق بھی واضح ہیں۔ اسلام نے بچوں کے حقوق کے حوالے سے کسی بھی پہلو کو تشنہ لب نہیں چھوڑا۔ بچوں کی پیدائش سے لے کر بلوغت تک کے تمام حقوق کی نشاندہی فرداً فرداً کی گئی ہے اور یہ باور کرایا گیا ہے کہ معاشرتی ارتقاء کا تمام تر دارومدار بچوں کی درست نگہداشت پر منحصر ہے۔ زیر نظر مقالہ اسی گفتگو کے تناظر میں لکھا گیا ہے۔

اسلام نے حیاتِ انسانی کو متوازن نظامِ فکر و عمل دیا ہے۔ اس میں مستحکم معاشرتی زندگی کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ یہ استحکام اس اخلاقی تعلیم کا مرہون منت ہے جو قرآن و سنت نے مہیا کی ہے۔ اس نظام میں معاشرے کی تمام اکائیاں ایک دوسرے سے مربوط ہیں اور اخلاقی ماحول کو قائم رکھنے کا ذریعہ ہیں۔ اسلامی تعلیمات میں جہاں والدین کی اطاعت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی اہمیت بیان کی گئی ہے وہاں بچوں کے حقوق بھی واضح کیے گئے ہیں۔ اسلام کی معاشرتی زندگی یک رُخی نہیں، بلکہ ہمہ گیر ہے۔ اس لئے والدین اگر اصلاحی معاشرے میں بنیادی اکائی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ تو بچے اس اکائی کا نتیجہ ہیں۔ یہ دونوں مل کر معاشرے کی صورت گری کرتے ہیں۔ بچے تو اور بھی زیادہ اہمیت رکھتے ہیں کیونکہ وہ نہ صرف والدین کی شخصی توسیع ہیں بلکہ وہ معاشرے کے ارتقاء اور اس کی متحرک زندگی کا عکس ہیں۔ آج کی اولاد کل کے والدین ہوتی ہے اور آج کے بچے کل کے جوان اور بزرگ ہوتے ہیں، لہٰذا اسلام نے بچوں کے بارے میں خصوصی ہدایات دی ہیں۔

کوئی معاشرہ بچوں کے بارے میں جو رویہ اختیار کرتا ہے وہ ہی اس کا معاشرتی معیار قرار پاتا ہے۔ اگر ان کے ساتھ حسن سلوک کے بجائے بے اعتدالی روا رکھی گئی تو اس سے نہ صرف یہ کہ معاشرے کا ارتقائی مزاج مجروح ہوگا بلکہ مستقبل کے والدین بھی خطرناک حد تک اولاد کش ثابت ہوں گے۔ ایک معاشرے میں بچوں اور بڑوں کا تعلق سب سے اہم مسئلہ ہے کیونکہ بڑوں کا احترام اور بچوں کے ساتھ شفقت اس معاشرے کے مجموعی رویوں کی عکاسی کرے گی۔ بڑوں کے ساتھ حسن سلوک اور بچوں کے ساتھ مشفقانہ رویہ ایک رحم دل معاشرے کی تشکیل کا باعث ہوگا۔
حسن سلوک ادب واحترام، ایثار شفقت اور عزت و وقار اسلامی معاشرے کی نمایاں خصوصیات ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

---

[1] ۔ پی ایچ ڈی علومِ اسلامی، جامعہ کراچی

"لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَمْ يُوَقِّرْ كَبِيْرَنَا وَ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا"۔ (1)

یعنی: "جو بڑوں کی عزت نہیں کرتا، چھوٹوں پر رحم نہیں کرتا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔"

قرآنی نقطہ نظر سے بچے کی اہمیت

اسلامی معاشرہ اولاد کو انسانی اقدار کی بقاء اور تحفظ کا ذریعہ سمجھتا ہے اور اسے نعمت عظمیٰ قرار دیتا ہے۔ قرآن کی تعلیمات سے اولاد کے نعمت عظمیٰ ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ اولاد انسانی شخصیت کی توسیع اور اس کی خصوصیات کا بہترین مظہر ہوتی ہے۔ اس لئے ہر انسان جبلی طور پر اولاد کی خواہش رکھتا ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اولاد نہ صرف رنج وآلام میں ہمدرد اور غم خوار ہوگی بلکہ اس کے مقصد حیات کی تکمیل میں ممد و معاون ہوگی۔ بچوں کی موجودگی میں ذاتی تسکین کا بڑا سامان موجود ہے۔ بچے جہاں مادی طور پر ایک سہارا ہوتے ہیں وہاں روحانی طور پر تسکین کا باعث ہوتے ہیں۔ قرآن مجید میں اس نعمتِ عظمیٰ کی طرف یوں اشارہ کیا گیا ہے:

"وَاللهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا وَجَعَلَ لَكُم مِّنْ أَزْوَاجِكُم بَنِينَ وَحَفَدَةً وَرَزَقَكُم مِّنَ الطَّيِّبَاتِ... "(2)

ترجمہ: " اور اللہ نے تم ہی میں سے تمہارے لئے جوڑے پیدا فرمائے اور تمہارے جوڑوں (یعنی بیویوں) سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے/ نواسے پیدا فرمائے اور تمہیں پاکیزہ رزق عطا فرمایا۔۔۔"

قرآن مجید کے مطابق بچے دینوی زندگی کی زینت ہیں اگرچہ آخرت کیلئے اعمال صالح ہی باقی رہنے والے ہیں لیکن دینوی زندگی کی رونق بچوں ہی کے دم سے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

" الْمَالُ وَالْبَنُونَ زِينَةُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا... "۔(3)

ترجمہ: "(اے رسولؐ) مال اور اولاد دُنیوی زندگی کی زینت ہیں۔"

بنی اسرائیل پر اپنی نعمتوں کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"وَأَمْدَدْنَاكُم بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَاكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا" (4)

ترجمہ: "اور مال سے اور بیٹوں سے تمہاری مدد کی اور ہم نے تمہیں افرادی قوت میں (بھی) بڑھادیا۔"

حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا احساس دلاتے ہوئے بچوں کا ذکر اس طرح کیا ہے:

" وَاتَّقُوا الَّذِي أَمَدَّكُم بِمَا تَعْلَمُونَ ، أَمَدَّكُم بِأَنْعَامٍ وَبَنِينَ" (5)

ترجمہ: "اور اس (خدا) سے ڈرو جس نے تمہاری ان چیزوں سے مدد کی جنہیں تم خوب جانتے ہو (اچھا سنو) اس نے تمہاری چار پایوں اور لڑکے بالوں اور باغوں اور چشموں سے مدد کی۔"

حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہوئے اس کے انعامات کا ذکر کرتے ہیں اور اس میں مال واولاد کا خصوصی تذکرہ کرتے ہیں:

" وَيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَبَنِينَ وَيَجْعَل لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَيَجْعَل لَّكُمْ أَنْهَارًا" (6)

ترجمہ: "اور مال اور اولاد میں ترقی دے گا اور تمہارے لئے باغ بنائے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کرے گا۔"

قرآن مجید نے بچوں کے نعمت ہونے پر شاید اس لئے زور دیا ہے کہ اس سے رویوں کی اصلاح ہو گی۔ قرآنی نقطہ نظر سے بچے اللہ تعالی کی نعمت ہیں ان کی قدر کرنی چاہیے۔ انہیں زحمت سمجھ کر ان سے نجات حاصل کرنا نہ صرف کفرانِ نعمت ہے بلکہ انسانی معاشرے کیلئے بے حد نقصان دہ ہے۔ ان سے بدسلوکی کرنا، ان کی پرورش میں کوتاہی برتنا اور ان کی تعلیم وتربیت کا انتظام نہ کرنا نسل انسانی کی بقاء اور اس کے استحکام کیلئے مضر ہے۔

اسلام میں بچوں کے عمومی حقوق

اسلامی تعلیمات کی رو سے بچوں کی حفاظت و نگہداشت بہت ضروری ہے۔ اسلام نے بچوں کے حقوق کے سلسلے میں خصوصی ہدایات دی ہیں۔ ان ہدایات پر نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقوق دو طرح کے ہیں:

(1) بنیادی حقوق (2) اخلاقی حقوق

(1) بنیادی حقوق

اسلام نے اولاد کے معاملے کو صرف والدین کی صوابدید پر ہی نہیں چھوڑا اور نہ ہی معاشرے کے رویے پر انحصار کیا ہے بلکہ بچوں کو قانونی تحفظ فراہم کیا ہے اور ان کے ساتھ روا رکھے جانے والے غلط رویہ کو قابل سزا قرار دیا ہے۔ دور حاضر میں بچوں کی نگہداشت کی صورت میں جو سرگرمیاں دکھائی دیتی ہیں اور اقوام متحدہ کے ذیلی اداروں میں اس سلسلے میں جو اقدامات کیے جا رہے ہیں وہ انسانی معاشروں کی کوتاہیوں اور غفلتوں کا ہی ردِ عمل ہے۔ اسلام نے اپنی معاشرتی تنظیم میں پہلے دن سے ہی بچوں کے حقوق کے بارے میں واضح موقف اختیار کیا ہے اور یہ اس عظیم اصلاح کا حصہ ہے جسے اسلام نے معاشروں کی تشکیل میں اختیار کیا ہے۔ بنیادی حقوق میں مندرجہ ذیل حقوق کے بارے میں اسلامی تعلیمات پائی جاتی ہیں:

۱) حقِ حیات ۲) حقِ پرورش ۳) حقِ تربیت
۴) حقِ میراث ۵) حقِ نکاح

۱) حقِ حیات

بچے کا سب سے پہلا بنیادی حق، حق زیست ہے۔ مرد اور عورت کا جائز جنسی تعلق صرف تفریح اور حصول لذت کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ یہ تعلق نسل انسانی کے تسلسل کا ذریعہ ہے۔ لہٰذا اس تعلق کے نتیجے میں جو بچہ جنم لیتا ہے اس کا یہ حق ہے کہ اس کی زندگی کو محفوظ بنایا جائے۔ چونکہ وہ اپنی حفاظت نہیں کرسکتا اس لئے والدین اور معاشرے کی ذمہ داری ہے کہ اس کی زندگی کو یقینی بنائیں۔ بعض انسانی معاشروں میں اولاد کو قتل کر دیا جاتا تھا۔ معاشی تنگی کی وجہ سے یا مذہبی عقیدہ کی بناء پر انہیں معبودوں کے لئے قربان کر دیا جاتا تھا۔ اسلام نے قتلِ اولاد کو قانونی جرم قرار دیا ہے خواہ معاشی عوامل کی وجہ سے ہو یا مذہبی عقیدہ کی بناء پر، زمانہ جاہلیت میں بعض عرب قبائل لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے، قرآن نے اسے ممنوع قرار دیا۔ قرآن نے کسی بھی نوع کی مجبوری خواہ وہ معاشی ہو مذہبی یا قبائلی عصبیت کی بناء پر ہونے والے قتل کو نسلِ انسانی کا قتل قرار دیا۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُم إنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئاً كَبِيرًا" (7)

ترجمہ: "اور تم اپنی اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کرو ہم انہیں بھی رزق دیں گے اور تمہیں بھی۔ بے شک ان کا قتل گناہِ کبیرہ ہے"

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

” قُلْ تَعَالَوْاْ أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُواْ بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَلاَ تَقْتُلُواْ أَوْلاَدَكُم مِّنْ إمْلاَقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ وَلاَ تَقْرَبُواْ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلاَ تَقْتُلُواْ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ “(8)

ترجمہ: ” اے پیغمبر (ﷺ) آپ ان سے فرمادیجئے کہ آؤ میں پڑھ کر سناؤں کہ تمہارے رب نے کن کن چیزوں کو تمہارے لئے حرام قرار دیا ہے یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور مفلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل نہ کرو۔ ہم تمہیں رزق دیتے ہیں اور انہیں بھی رزق عطا کریں گے اور بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ خواہ وہ ظاہر ہو یا پوشیدہ اور کسی ایسے نفس کو قتل نہ کرنا جسے اللہ نے حرام قرار دیا ہے مگر یہ کہ تمہارا کوئی حق ہو۔ ان باتوں کی اس نے تمہیں تلقین کی ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔“

مشرکانہ دور میں دیوی دیوتاؤں کی نذر میں اولاد کی قربانی کی جاتی تھی۔ بعض مشرکانہ معاشروں میں اب بھی یہ رسم باقی ہے۔ قرآن اس قبیح رسم کی مذمت کرتا ہے اور اسے احمقانہ عمل قرار دیتا ہے۔ اسلامی تعلیمات نے اس رسم کو ختم کرنے میں اہم کردار ادا کیا جیسا کہ اس آیت سے آشکار ہوتا ہے:

” قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُواْ أَوْلاَدَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُواْ مَا رَزَقَهُمُ اللّهُ افْتِرَاءً عَلَى اللّهِ قَدْ ضَلُّواْ وَمَا كَانُواْ مُهْتَدِينَ “(9)

ترجمہ: ”یقیناً وہ لوگ خسارے میں رہے جنہوں نے اپنی اولاد کو جہالت اور نادانی کی بنا پر قتل کر ڈالا اور اللہ نے انہیں جو رزق عطا کیا تھا اللہ پر افترا پردازی کرکے اسے حرام ٹھہرایا۔ وہ گمراہ ہوگئے اور وہ ہدایت پانے والے نہیں تھے۔“

کئی معاشروں میں لڑکیوں کو پیدائش کے فوراً بعد قتل کر دیا جاتا تھا۔ بعض قبائل ایسے تھے جو لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے تھے۔ قبائلی معاشروں میں بالعموم لڑکی کو ایک بوجھ سمجھا جاتا چونکہ شادی کے بعد اسے کسی دوسرے قبیلے یا خاندان میں جانا ہوتا تھا اس لئے وہ قبیلہ اور خاندان کے لئے مدد و معاون ثابت ہونے کے بجائے بوجھ سمجھی جاتی۔ (10) آج بھی اس نام نہاد ترقی یافتہ دور میں لڑکیاں جہیز کم لانے کی وجہ سے قتل ہو رہی ہیں اور بعض عورتیں (Scanning) کے بعد یہ معلوم کرکے کہ اس کے ہاں لڑکی پیدا ہوگی، اسقاط کرا دیتی ہیں۔ لڑکی معاشی بوجھ اور معاشرتی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے۔ اس لئے اس سے نجات کے راستے تلاش کیے جاتے ہیں۔ بعض عربوں کے ہاں یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے خدا کی بیٹیاں ہیں اور ان کی سفارش سے مشکلات حل ہوتی ہیں۔ دوسری طرف وہ اپنی بیٹیوں سے نجات حاصل کرتے یا انہیں شدید دباؤ میں رکھتے۔ قرآن مجید نے عربوں کے اس رویئے کی نشاندہی یوں کی ہے:

” وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالأُنثَى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ O يَتَوَارَى مِنَ الْقَوْمِ مِن سُوءِ مَا بُشِّرَ بِهِ أَيُمْسِكُهُ عَلَى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرَابِ أَلاَ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ “(11)

ترجمہ: ” اور جب ان میں سے کسی کو بیٹی کی خبر دی جاتی ہے تو مارے غصے کے اس کا منہ سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس بری خبر کی وجہ سے وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (اور سوچتا ہے) کیا اسے ذلت کے ساتھ زندہ رہنے دے یا اسے زیر خاک دبا دے؟ دیکھو! کتنا برا فیصلہ ہے جو یہ کر رہے ہیں؟“

ایک اور آیت میں ارشاد ہوتا ہے:

” وَإِذَا بُشِّرَ أَحَدُهُم بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمَنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَهُوَ كَظِيمٌ “(12)

ترجمہ: ''حالانکہ جب ان میں سے کسی ایک کو بھی اس (بیٹی) کا مژدہ سنایا جاتا ہے جو اس نے خدائے رحمٰن کی طرف منسوب کی تھی تو اندر ہی اندر غصے سے پیچ و تاب کھا کر اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے۔''

اسلام نے ان تینوں اقسام کے قتل کو ممنوع فرمایا اور اولاد کی نعمت کو پہچاننے کا سلیقہ سکھایا۔ اس طرح کے اقدامات کو قانونی طور پر جرم قرار دیا اور قابل سزا بنایا۔ کتب حدیث میں وہ تفصیلی واقعات موجود ہیں جو قتلِ اولاد کی سنگینی پر دلالت کرتے ہیں۔ اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے اور اسے کسی طرح بھی ختم کرنا درست نہیں۔ اولاد کی محبت اللہ تعالیٰ کی رحمت کا مظہر ہے اور اس سے ہی نوعِ انسانی کی بقاء ہے۔

۲) حقِ پرورش

بچے کا دوسرا حق پرورش ہے۔ پرورش سے مراد وہ طریقہ کار ہے جو بچے کی زندگی اور اس کی نشو و نما کا ضامن ہو۔ اسلام نے والدین کو اپنے بچوں کی بقاء اور نشو و نما کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور اس کے لئے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں گے۔ ایک بچہ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام میں خطرات و حوادث سے اپنا دفاع نہیں کر سکتا۔ اپنے وجود کی حفاظت تو بعد کی بات ہے وہ تو خورد و نوش کے لئے بھی دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ نے والدین کو اس امر کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے کہ وہ اپنے بچے کی خوراک کا انتظام کریں۔ انہیں بیماریوں سے بچائیں اور حادثات سے محفوظ رکھیں۔ قرآن و سنّت نے والدین پر فرض عائد کیا ہے کہ وہ بچے کی عمر کے مطابق خوراک اور لباس کا انتظام کریں۔ حضور اکرم ﷺ کے ایک ارشاد سے اس ذمہ داری کا عمومی تصور یوں ملتا ہے:

''والرجل راع فی اھلہ وھو مسئول عن رعیتہ والمراۃ راعیۃ فی بیت زوجھا و مسئولۃ عن رعیتھا والخادم راع فی مال سیدہ و مسئول عن رعیتہ والرجل راع فی مال ابیہ و مسئول عن رعیتہ و کلکم راع و مسئول عن رعیتہ'' (13)

ترجمہ: ''انسان اپنے گھر کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ خادم اپنے آقا کے مال کا نگراں ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔ انسان اپنے باپ کے مال کا نگراں ہے اور اس کی رعیت کے بارے میں اس سے سوال ہوگا اور تم میں سے ہر شخص نگراں ہے اور سب سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال ہوگا۔''

والدین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ بچوں کی پرورش پر توجہ دیں اور ان کی ضروریات پوری کریں۔ ان کی غذا کا خیال رکھنا ان کو گرمی سردی سے محفوظ رکھنا اور بیماریوں سے بچاؤ کا اہتمام کرنا ان کے فرائض میں شامل ہے۔ والدین کی غفلت سے بچے شدید جسمانی و نفسیاتی عوارض کا شکار ہو جاتے ہیں۔ بچے اپنی ابتدائی عمر میں بہت زیادہ توجہ کے محتاج ہوتے ہیں اور والدین کی لاپرواہی سے کئی نفسیاتی، روحانی امراض کا شکار ہو سکتے ہیں۔ پرورش کے ضمن میں خوراک، لباس، صاف ستھرا ماحول اور محبت و شفقت کا رویہ جیسے اُمور شامل ہیں۔ بچہ اپنی ابتدائی زندگی میں جس خوراک کا محتاج ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام ماں کے دودھ کے طور پر کر دیا ہے۔ قرآن مجید نے خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے:

'' وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلاَدَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ أَرَادَ أَن يُتِمَّ الرَّضَاعَةَ وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ لاَ تُكَلَّفُ نَفْسٌ إِلاَّ وُسْعَهَا لاَ تُضَآرَّ وَالِدَةٌ بِوَلَدِهَا وَلاَ مَوْلُودٌ لَّهُ بِوَلَدِهِ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذَلِكَ فَإِنْ أَرَادَا فِصَالاً عَن تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْهِمَا وَإِنْ أَرَدتُّمْ أَن تَسْتَرْضِعُواْ أَوْلاَدَكُمْ فَلاَ جُنَاحَ عَلَيْكُمْ إِذَا سَلَّمْتُم مَّآ آتَيْتُم بِالْمَعْرُوفِ وَاتَّقُواْ اللّهَ وَاعْلَمُواْ أَنَّ اللّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ'' (14)

ترجمہ: ''مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلاتی ہیں (یہ) اس کے لئے ہے جو دودھ پلانے کے دور کی تکمیل کرنا چاہے اور اُس (باپ) کے لئے جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے ضروری ہے وہ ان (ماؤں) کو (دودھ پلانے کی مدت میں) مناسب طریقے سے خوراک اور

لباس دے (اگرچہ وہ طلاق دے چکی ہوں) کسی شخص کی ذمہ داری اس کی قوت و طاقت سے زیادہ نہیں ہے۔ نہ ماں بچے کو اس کے باپ سے (اختلاف کی وجہ سے) ضرر پہنچانے کا حق رکھتی ہے اور نہ باپ اور اُس کے وارث پر ایسا کرنا لازم ہے (کہ دودھ پلانے کی مدت میں ماں کے اخراجات مہیا کرے) اور اگر وہ دونوں باہمی رضامندی اور مشورے سے بچے کا دودھ (زیادہ جلدی) چھڑوادیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں ہے اور اگر (طاقت نہ رکھنے یا ماں کے موفق نہ ہونے سے) اپنے بچوں کے لئے کوئی آیا لے آؤ تو تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ بشرطیکہ ماں کا گذشتہ حق شائستہ اور مناسب طریقے سے ادا کرو اور خدا سے ڈرو اور جان لو کہ جو کچھ تم انجام دیتے ہوئے خدا اُسے دیکھنے والا ہے۔"

اس آیت کی رو سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ماں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ وہ بچے کو اپنے دودھ سے محروم رکھے۔ دودھ پلانے کی مدت دو سال ہے اس سے کم مدت میں دودھ چھڑاتے ہوئے یہ پیش نظر رہنا چاہیے کہ بچے کی صحت اور پرورش پر بُرا اثر تو مرتب نہیں ہوگا۔ اس آیت نے واضح کیا کہ دودھ پلانے والی ماں کے حقوق کا خیال رکھا جائے، باپ کی ذمہ داری ہے کہ وہ بچے اور اس کی ماں کی نگہداشت کا پورا انتظام کرے۔ والدین کی علیحدگی کی صورت میں بچے کی رضاعت (دودھ پلوانے) کا انتظام کرنا ضروری ہے۔ ماں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ بلاوجہ بچے کو دودھ کی نعمت سے محروم کردے کیونکہ یہ اس کی پرورش میں رکاوٹ ڈالنے کے مترادف ہے۔

بچہ ذرا بڑا ہوتا ہے تو اسے مناسب غذا اور لباس کی ضرورت ہوتی ہے۔ والد کی ذمہ داری ہے کہ وہ خوراک اور لباس کا انتظام کریں۔ والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ رزقِ حلال سے اولاد کی پرورش کریں۔

پرورش میں مساوی سلوک

غذا، لباس اور رہن سہن میں بچوں کے ساتھ مساوی رویہ اختیار کرنا اسلام کا تقاضا ہے۔ اسلام سے قبل عرب معاشرے میں لڑکوں کو ترجیح دی جاتی تھی اور خوراک اور لباس میں امتیازی رویہ رکھا جاتا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے اس امتیازی رویہ کو ناپسند فرمایا اور اُمت کو ایک طرح کی ہدایت ہے کہ وہ مساوات کی روش اپنائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"بہشت میں ایک خاص درجہ ہے کہ اس درجے تک سوائے تین آدمیوں کے اور کوئی پہنچ نہیں سکتا۔ اول امام عادل، دوسرے وہ جو اپنے عزیزوں کے ساتھ نیک سلوک کرے، تیسرے وہ جو اپنے بال بچوں کے اخراجات کا تحمل کرے اور ان سے جو تکلیفیں اسے پہنچیں صبر سے اُن کو برداشت کرے۔" (15)

امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے:

"جس شخص کے ذمہ دو بیٹیوں یا دو بہنوں یا دو پھوپھیوں یا دو خالاؤں کا خرچ ہو یہ خرچ اُسے آتشِ جہنم سے بچانے کو کافی ہے۔" (16)

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سب اولاد کے ساتھ مساوات اور برابری کا معاملہ کرو اگر میں اس معاملہ میں کسی کو ترجیح دیتا تو عورتوں کو ترجیح دیتا۔" (17)

پرورش میں تمام مادی سہولتوں کی فراہمی شامل ہے۔ جب تک بچوں کو احتیاج رہتی ہے اس وقت تک والدین کی ذمہ داری ہے کہ وہ وسائل مہیا کریں اور ان کو تحفظ فراہم کریں۔

۳) حق تربیت

اگرچہ پرورش میں تربیت شامل ہے لیکن پرورش میں جسمانی نشوونما اور تحفظ کو نمایاں حیثیت حاصل ہے جبکہ تربیت کا تعلق ذہنی اور روحانی نشوونما سے ہے۔ والدین جس طرح بچے کے لئے جسمانی آسودگی اور مادی آسائشوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح ذہنی آسائش اور سکون فراہم کرنا

بھی ان کی ذمہ داری ہے۔ بچے کی متوازن شخصیت کی نشوونما کیلئے ذہنی و روحانی سہولتیں بے حد ضروری ہیں۔ تربیت میں سب سے زیادہ اہم دو چیزیں ہیں: (۱) تعلیم اور (۲) آدابِ زندگی

(۱) تعلیم: تعلیم انسانی شخصیت کا زیور ہے۔ بچے کی شخصی نشوونما کے لئے تعلیم بے حد اہم ہے۔ کتبِ روایات کے مطابق بچوں کی تعلیم زمانے کے مطابق دی جانی چاہیے یعنی حال کو دیکھ کر بچوں کی تربیت دی جانی چاہیے نہ کہ صرف ماضی کو ہی حرفِ آخر سمجھنا چاہیے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی میں علمی اشتیاق کے کئی نمونے اور مثالیں ملتی ہیں۔ جیسا کہ جنگِ بدر کے قیدیوں میں سے کچھ لوگ ایسے تھے جن کے پاس زر فدیہ نہ تھی تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا فدیہ یوں قرار دیا کہ وہ اُن صحابہ کو جو لکھنا پڑھنا نہیں جانتے فن کتابت تعلیم کریں اور تعلیم کتابت پوری کر دینے کے بعد وہ رہا کر دیئے جائیں گے۔ (18)

علم کی فضیلت کے بارے میں کئی احادیث موجود ہیں، جیسا کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے فرمایا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ يُحِبّ بُغَاةَ الْعِلْمِ" (19)

ترجمہ: "علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آگاہ رہو کہ اللہ طالبانِ علم کو دوست رکھتا ہے۔"

امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا:

"أَيُّهَا النَّاسُ اعْلَمُوا أَنَّ كَمَالَ الدِّينِ طَلَبُ الْعِلْمِ وَ الْعَمَلُ بِهِ أَلَا وَإِنَّ طَلَبَ الْعِلْمِ أَوْجَبُ عَلَيْكُمْ مِنْ طَلَبِ الْمَالِ إِنَّ الْمَالَ مَقْسُومٌ مَضْمُونٌ لَكُمْ قَدْ قَسَمَهُ عَادِلٌ بَيْنَكُمْ وَ ضَمِنَهُ وَ سَيَفِي لَكُمْ وَ الْعِلْمُ مَخْزُونٌ عِنْدَ أَهْلِهِ وَ قَدْ أُمِرْتُمْ بِطَلَبِهِ مِنْ أَهْلِهِ فَاطْلُبُوهُ" (20)

امیر المؤمنین (ع) نے فرمایا: لوگو سمجھ لو کہ کمالِ دین طلبِ علم اور اس پر عمل کرنے میں ہے۔ آگاہ ہو کہ علم کا طلب کرنا تمہارے لئے مال کے طلب کرنے سے زیادہ واجب ہے کیونکہ مال تمہارے لئے تقسیم شدہ ہے اور خدا اس کا ضامن ہے۔ (یعنی رزق) وہ تم تک ضرور پہنچے گا اور علم محفوظ ہے اس کے اہل کے پاس اور اس کی طلب کا تم کو حکم دیا گیا ہے پس جو اس کے اہل ہیں (ائمہ طاہرین علیہم السلام) ان سے طلب کرو۔

علم کو عام کرنے کی پالیسی اور اسے بلا امتیاز سب کیلئے مہیا کرنا حضور اکرم ﷺ کا انسانیت پر احسان عظیم ہے۔ مختلف مذاہب نے علم کو مخصوص طبقوں تک محدود کر رکھا تھا اور جاہلیت جدیدہ میں بھی بڑی طاقتیں عام انسان کو تھوڑی سی واقفیت پر مبنی تعلیم کی اہمیت پر شد ومد کے ساتھ زور دیتی ہیں اور نادان لوگ اس کو حسنِ معاشرت کا ذریعہ قرار دیتے ہیں جبکہ اعلیٰ تعلیم اور بالخصوص اختصاص کے دروازے مسلمانوں پر بند کئے جا رہے ہیں۔ تعلیم میں دینی معلومات کے ساتھ دنیوی زندگی میں کام آنے والے علوم بھی شامل ہیں۔ اسلام اس بات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ سب کچھ حاصل کیا جائے جسے دماغ اور حواس علم کے طور پر حاصل کر سکیں اور جس سے انسان اپنی معلومات میں وسعت پیدا کر سکے۔

گویا تعلیم میں دینی و دنیوی دونوں علوم ضروری ہیں اور بچوں کو قرآن و حدیث اور شریعت و عقیدہ کے ساتھ مروجہ سائنسی و عمرانی علوم کا سکھانا والدین کی ذمہ داری ہے۔

(۲) آدابِ زندگی: تعلیم کے ساتھ جو چیز بے حد ضروری ہے وہ اسلامی آداب کی آبیاری ہے۔ بچے کو نظم وضبط سکھانا اس میں اچھی عادتیں اور اعلیٰ اخلاق پیدا کرنا والدین کا فرض ہے۔ آنحضرت ﷺ کا فرمان ہے:

"باپ جو اپنی اولاد کو بہترین چیز عطا کر سکتا ہے وہ اچھا ادب اور نیک تربیت ہے"۔ (21)

مغرب نے بچوں کی تربیت کے حوالے سے آزادی و خود مختاری کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس کے نتیجہ میں ایک آزاد بے ادب، غیر منظّم اور بد لحاظ افراد کا گروہ وجود میں آیا ہے۔ جنہیں اپنی ذات کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ اسلام اس کے مقابلے میں ایک ذمہ دار منظّم اور دوسروں کے لئے خیر خواہی رکھنے والے افراد کی تشکیل کرتا ہے۔ اسلام نے اچھی تربیت کو ثواب سے منسلک کیا ہے۔ وہ والدین کی حوصلہ افزائی کرتا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی صحیح تعلیم و تربیت کا انتظام کریں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اپنے بچوں کی تکریم کرو اور انہیں ادب و تمیز سکھاؤ۔" (22)

اسلام نے بچے کی تعلیم و تربیت دونوں پر زور دیا ہے اور اسے آزاد اور بے مہار انہیں چھوڑا حضور اکرم ﷺ نے تربیت کے حوالے سے بنیادی اصول بیان فرمایا ہے:

"کل مولود یولد علی الفطرۃ، فابواہ یھودانہ أو ینصرانہ أو یمجسانہ..." (23)

ترجمہ: "ہر بچے کی پیدائش فطرت پر ہوتی ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں..."

علامہ شیخ صدوق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"و اما حق ولدك فان تعلیم انه منك، و مضاف الیك فی عاجل الدنیا بخیرہ و شرہ، و انك مسئوول عما ولیته من حسن الادب والدلالة علی ربه عزوجل والمعونة علی طاعته، فاعمل فی أمرہ عمل من یعلم انه مثاب علی الاحسان الیه، معاقب علی الاسائة الیه" (24)

ترجمہ: "اور بیٹے کا حق تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ اس دنیائے فانی میں اپنی ہر نیکی اور بدی کے ساتھ تمہاری طرف منسوب ہوگا اور جو کچھ بھی تم نے اس کو ادب سکھایا ہے اور اس کے رب کی طرف اس کی رہنمائی کی ہے یا اللہ کی اطاعت پر اس کی معاونت کی ہے ان کے تم ذمہ دار ہو لہٰذا اس کے معاملہ میں اس شخص کی طرح کام کرو جو جانتا ہو کہ اگر ہم اس کے ساتھ نیکی کریں گے تو ثواب ملے گا اور بدی کریں گے تو سزا ملے گی۔"

اسلام نے آداب زندگی کے بارے میں مفصل ہدایات دی ہیں کہ والدین بچوں کی عمر اور ان کے مزاج کے مطابق آہستہ آہستہ اسلامی آداب سکھاتے رہیں۔ کھانا پینا، گفتگو کرنا، والدین اور بڑوں کے ساتھ عزت سے پیش آنا، پاکیزگی اور نظافت کا خیال رکھنا۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کی طرف والدین توجہ دے سکتے ہیں۔

۴) حق میراث

اولاد کے بنیادی حقوق میں سے ایک اہم حق میراث کا ہے۔ اسلام نے اولاد کو باپ کی جائیداد میں نہ صرف شریک کیا بلکہ ان کے حصے بھی متعین کر دیئے ہیں تاکہ کوئی ظلم نہ ہوسکے۔ بعض معاشروں میں صرف بڑے بیٹے وارث ہوتے ہیں۔ قدیم معاشروں میں بیٹیوں کو حصہ نہیں ملتا تھا۔ قرآن نے ان کا حصہ متعین کیا اور سنت نبوی ﷺ نے اس کے ساتھ ساتھ اس بات کی وضاحت کر دی کہ باپ کو کسی جائز وجہ کے بغیر قانونی طور پر اولاد کو جائیداد سے محروم کرنے کا کوئی حق نہیں۔ وہ کوئی ایسا اقدام نہ کرے جس سے ان کے حق تلفی ہو۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

"يُوصِيكُمُ اللّٰهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ" (25)

ترجمہ: "اللہ تمہاری اولاد کے بارے میں تمہیں ہدایت فرماتا ہے، ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے۔"

قرآن نے لڑکی کا حصہ متعین کیا ہے جبکہ دوسرے معاشروں میں کچھ بھی نہیں تھا۔ پھر لڑکی کئی اور طریقوں سے بھی اپنا حق وصول کرتی ہے۔ بیٹی کی حیثیت سے اور بیوی کی حیثیت سے اس کے حصے متعین ہیں۔ پھر مہر ہے، نان نفقہ کی ذمہ داری خاوند کی ہے۔ اسے کئی پہلوؤں سے رعایت دی گئی ہے جو اس کے نصف حصہ کی کمی پوری کرنے کا باعث بنتی ہے۔ چونکہ اولاد میں بیٹے اور بیٹیاں دونوں شامل ہیں اس لئے ان کے حق وراثت کو قانونی حیثیت دی گئی ہے اور والدین کو یہ حق نہیں کہ وہ انہیں محروم کردیں۔

۵) حقِ نکاح

اولاد کاایک حق یہ بھی ہے کہ والدین ان کے نکاح کاانتظام کریں۔ بحیثیت مجموعی معاشرہ اور والدین اس بات کے پابند ہیں کہ وہ اپنے جوان بچوں کی زندگی کی تنظیم کے لئے مناسب قدم اٹھائیں۔قرآن وسنت میں نکاح کے متعلق واضح احکام موجود ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

"اولاد کا حق یہ ہے کہ اس کا نام اچھی طرح لے،قرآن کی تعلیم دے، تیراکی سکھائے،اگر لڑکی ہے تو اسے جلد اس کے شوہر کے گھر رخصت کرے۔"(26)

اولاد کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے ساتھی کاانتخاب کرے لیکن والدین پر راہنمائی کرنے ،وسائل مہیا کرنے اور انتخاب میں سہولت پیدا کرنے کی ذمہ داری ہے۔اسلام آزاد جنسی اختلاط کو معاشرے کے اخلاقی وجود کے لئے خطرناک سمجھتا ہے۔ عفت وعصمت اور غیرت وحیا کو بنیادی اجتماعی اقدار قرار دیتا ہے۔اس لئے نکاح کو آسان بنانے اور جنسی بے راہ روی کو روکنے میں والدین اور معاشرے کو مل کر کردار ادا کرنا چاہیے۔

(2)اخلاقی حقوق

اخلاقی حقوق سے مراد وہ حقوق ہیں جن کا ادا کرنا اخلاقی اعتبار سے ضروری ہو، لیکن ادا نہ کرنے کی صورت میں قانونی گرفت نہ ہو۔اخلاقی حقوق میں اولین بات یہ کہے کہ مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے بچے کا نام ایسا رکھا جائے جو مسلم عقائد اور مسلم اخلاق کاآئینہ دار ہو۔اچھا نام انسان کو احساس تشخص دیتا ہے۔بُرا نام شرمساری کا باعث بنتا ہے۔انبیاء کرام،اہلبیت عظام، اصحاب کرام، اولیاء اللہ اور سلف صالحین کے ناموں پر نام رکھنا پسندیدہ ہے۔ ناموں میں شرکیہ عنصر نہیں ہونا چاہیے والدین اگر اچھا نام نہ رکھیں یا کسی وجہ سے پسند نہ آئے تو لوگ تبدیل کرتے ہیں۔

اخلاقی حقوق میں شامل روحانی تربیت دوسرا اہم فرض ہے۔ظاہری اور جسمانی نشوونما تو یقیناً والدین کی طرف سے اچھی طرح کی جاتی ہے لیکن روحانی تربیت دراصل وہ اہم اَمر ہے کہ جس کی طرف توجہ دینا ہر ماں باپ کی ذمہ داری ہے۔ گویا یہ ایک اخلاقی حق ہے، لیکن یہ بنیادی حقوق سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے کیونکہ اسی سے وہ صحیح معنوں میں انسان بنے گا اور اسی سے وہ معاشرے کا مفید رکن سمجھا جائے گا۔ قرآن پاک میں کم از کم ایک ارشاد تو ایسا ملتا ہے جو اسے قانونی حق بنا دیتا ہے۔ یا فرض کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔

بطور خلاصہ ہم یہ نتیجہ اخذ کرسکتے ہیں کہ اسلام کے سماجی نظام میں جس طرح دیگر شعبہ ہائے زندگی کے لئے رہنمائی موجود ہے اسی طرح بچوں کے حقوق کے حوالے سے بھی کافی رہنمائی فراہم کی گئی ہے۔ خاص طور پر آج کے عمرانیاتی ماحول میں جہاں دُنیا ایک گاؤں کی شکل اختیار کرچکی ہے وہاں اسلام کی تعلیمات سے استفادہ کیا جانا اور بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ جدید معاشرتی زندگی میں اسلام ہی ایک ایسا محرک ہے جو ہر پہلو سے انسانیت کی نجات کا سامان فراہم کرسکتا ہے۔

*****

حوالہ جات

1۔ محمد بن یعقوب الکلینی،اصول الکافی،کتاب الایمان والکفر، باب اجلال الکبیر، حدیث: 2،ج2،دارالمرتضٰی، بیروت،1426ھ بمطابق 2004ء، ص: 537

2۔ نحل،آیت: 72، مترجم: سید فرمان علی، چاند کمپنی،لاہور،1390ھ، ص: 328

3۔الکہف،آیت:46، مترجم: سید فرمان علی، چاند کمپنی،لاہور،1390ھ، ص:357

4۔اسراء،آیت:6، مترجم: سید فرمان علی، چاند کمپنی، لاہور،1390ھ، ص:337

5۔الشعراء،آیت:132،133، مترجم: سید فرمان علی، چاند کمپنی،لاہور،1390ھ، ص:445

6۔نوح،آیت:12، مترجم: سید فرمان علی، چاند کمپنی،لاہور،1390ھ، ص: 684

7۔ بنی اسرائیل،آیت:31،(ملا فیض کاشانی، تفسیر صافی، ج4، مترجم: مولانا سید تلمیذ حسنین رضوی،ادارہ نشرِ دانش، نیوجرسی،1435ھ، بمطابق2014ء، ص:515)

8۔انعام،آیت:151،(ایضاًص:176)

9۔انعام،آیت:140،(ایضاً، ص:158)

10۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری،الرحیق المختوم،المکتبۃالسلفیۃ،لاہور،1421ھ بمطابق2000ء، ص:70

11۔ نحل،آیت:58،59،ترجمہ قرآن مجید، شیخ محسن علی نجفی

12۔زخرف،آیت:17، ترجمہ قرآن مجید، شیخ محسن علی نجفی

13۔ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، کتاب الجمعہ ، باب: فرض الجمعۃ، حدیث:893،(مترجم: مولانا محمد داؤد راز) مرکزی جمعیت اہل حدیث، ہند،2004ء، ص:70،71

14۔بقرہ،آیت:233،(تفسیر نمونہ، ج2، زیر نظر: ناصر مکارم شیرازی، مترجم: سید صفدر حسین نجفی، ص:108،109)

15۔محمد باقر مجلسی، تہذیب الاسلام، (مترجم: مولانا سید مقبول احمد)،افتخار بک ڈپو، لاہور،1438ھ، ص:170

16۔ایضاً، ص:170

17۔نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، کتاب البیوع، باب: الھبۃ للولد، ج4، دار المامون للتراث، بیروت، س ن، ص:272

18 ۔ سید اولاد حیدر فوق بلگرامی، اُسوۃ الرسول، ج2، مصباح القرآن ٹرسٹ، لاہور، 2011ء، ص:354

19۔الشیخ محمد بن یعقوب الکلینی، اصول الکافی، ج1، کتاب فضل العلم ، باب: فرض العلم ووجوب طلبہ والحث علیہ ، حدیث:5، منشورات الفجر، بیروت،1428ھ بمطابق2008ء، ص:16

20۔ایضاً، حدیث:4

21۔نورالدین علی بن ابی بکر الھیثمی ، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، ج8، دار لمامون للتراث، بیروت، س ن، ص:159

22۔ابی عبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ القزوینی، سنن ابن ماجہ (مترجم: مولانا محمد قاسم امین) ، حدیث: 3871،مکتبۃ العلم، لاہور، س ن

23۔ابو عبداللہ بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج2، (مترجم: مولانا محمد داؤد راز) کتاب الجنائز، باب ما قیل فی اولاد المشرکین، حدیث:1385، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند،2004ء، ص:424

24۔الصدوق، ابی جعفر محمد بن علی ابن بابویہ، من لایحضرہ الفقیہ، ج2، باب الحقوق، موسسۃ الاعلمی للمطبوعات، بیروت،1606ھ بمطابق1986ء، ص:395

25۔نساء، آیت:11ترجمہ قرآن مجید، شیخ محسن علی نجفی

26۔محمد بن حسن حر عاملی، وسائل الشیعہ، ج15، کتاب النکاح،(مترجم: شیخ محمد حسین نجفی)، مکتبۃ السبطین، سرگودھا،1432ھ، بمطابق2011ء، ص:168